157

مدینہ مدینہ

ہدیہ: 30 روپے

حقیقی معیار

عمل کی نصیحت

مدینہ مدینہ

صحت مند کھیل

نعتِ رسول ﷺ

جب آنکھ کھلے گنبدِ خضرا پہ نظر ہو
ایسے ہی گزر جائے اگر عُمرِ خضر ہو

ہر شام درِ شاہِ مدینہ پہ بسر ہو
ہر صُبح یہی مطلعِ انوارِ سحر ہو

طیبہ کا سفرِ زِیست میں سَو بار اگر ہو
اللہ کرے بارِ دِگر ، بارِ دِگر ہو

اِک بار مقدّر مجھے اس شہر میں لے جائے
پھر وہ درِ رحمت ہو ، میرا دیدۂ تر ہو

اظہارِ تمنّا بھی ہو ، اظہارِ اَلَم بھی
ہر سانس میں تکریم مگر مدِّ نظر ہو

اُس لمحۂ اَقدس کو دل و جاں میں بسا لوں
جو اُن کے حضور ، اُن کی اِرادت میں بسر ہو

اللہ تعالیٰ ہمیں صالح ”عمل“ کی توفیق عطاء فرمائے...... اور ”جدل“ یعنی فضول بحث، اختلاف اور جھگڑے سے ہماری حفاظت فرمائے......

عجیب نصیحت

امام العارفین حضرت الشیخ معروف الکرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں......

”إذا أراد الله بعبدٍ خیرًا فتح له باب العمل وأغلق عنه باب الجدل، واذا اراد بعبد شرا فتح علیه باب الجدل واغلق عنه باب العمل“......

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے لیے ”عمل“ کا دروازہ کھول دیتے ہیں...... اور ”جدل“ کا دروازہ بند کر دیتے ہیں...... اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ (اس کے برے اعمال کی وجہ سے) شر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اُس پر ”جدل“ (یعنی بحث اور جھگڑے) کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور عمل کا دروازہ اُس پر بند کر دیتے ہیں......

یا اللہ زیادہ سے زیادہ ”اعمال صالحہ“ کی توفیق عطاء فرما...... اور فضول بحث اور جھگڑے سے ہماری حفاظت فرما......

عظیم نصیحت

حضرت امام معروف الکرخی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے اپنی گفتگو میں کسی اور شخص کی غیبت شروع کر دی......

حضرت تڑپ اُٹھے اور بے چین ہو کر فرمایا:

اذکر القطن اذا وضعوہ علی عینیك... اذکر القطن اذا وضعوہ علی عینیك

ترجمہ! (غیبت بند کرو) اس روئی کو یاد کرو جو (مرنے کے بعد) تمہاری آنکھوں پر رکھی جائے گی......اس روئی کو یاد کرو جو تمہاری آنکھوں پر رکھی جائے گی......

جامع نصیحت

حضرت امام معروف الکرخی نوراللہ مرقدہ نے ایک بار دنیا کی حقیقت یوں بیان فرمائی......

''الدنیا اربعۃ اشیاء...المال، والکلام، والمنام والطعام''

''فالمال یُطغِی، والکلام یُلهِی، والمنام یُنسی، والطعام یُقسی''

ترجمہ! دنیا چار چیزوں کا نام ہے......مال، باتیں، نیند اور کھانا

پس مال انسان کو سرکش بنا دیتا ہے......کلام اور زیادہ باتیں انسان کو فضولیات میں ڈال دیتی ہیں......اور نیند انسان کو غافل کر دیتی ہے......اور زیادہ کھانا انسان کے دل کو سخت کر دیتا ہے......

دنیا کو دین بنانے کا طریقہ

حضرت امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے صاحب معرفت اولیاء کرام میں سے تھے......آپ

''تبع تابعین'' میں سے ہیں...... کافر گھرانے میں پیدا ہوئے...... اللہ تعالیٰ نے ''نور ہدایت'' اور ''نور معرفت'' کا وافر خزینہ اور فیض عطاء فرمایا...... اُن کی زندگی، اُن کے اقوال، اُن کی عبادت اور اُن کی کرامات پر بڑے ائمہ کرام نے تحریریں لکھی ہیں...... بندہ ''اہل علم'' سے عرض کرتا رہتا ہے کہ...... حضرت معروف الکرخی رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھیں، سمجھیں اور اپنائیں...... اخلاص اور علم و عمل میں عجیب فائدہ ہوتا ہے...... ابھی ہم نے اُن کی نصیحت پڑھی، دیکھیں کس قدر جامع کلام ہے...... دنیا بس چار چیزوں کا نام ہے...... باقی سب چیزیں انہی چار چیزوں سے ملتی اور حاصل ہوتی ہے...... اب اگر انسان محنت کر کے اپنی یہ چار چیزیں درست کرلے تو اس کے لیے کامیابی ہی کامیابی ہے......

(۱) مالی نظام درست کرنا...... حرام اور مشکوک مال سے بچنا...... مال کی کثرت سے جو فتنے آتے ہیں اُن کے شر سے بچنا...... مال کی کمی سے جو فتنے آتے ہیں اُن کے شر سے بچنا...... حضور اقدس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعاء بھی سکھا دی......

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ الْغِنٰی وَشَرِّ فِتْنَۃِ الْفَقْرِ (بخاری)

یا اللہ آپ کی پناہ اور حفاظت چاہتا ہوں ...... مالداری اور غربت کے فتنوں کے شر سے......

مال سے انسان اپنا سب کچھ برباد کرسکتا ہے...... اور مال سے انسان اپنا سب کچھ سنوار سکتا ہے...... مال سے آدمی جہنم بھی خرید سکتا ہے...... اور جنت بھی خرید سکتا ہے...... مال سے انسان اپنی قبر کو آرائشوں سے بھرا محل بھی بنا سکتا ہے...... اور مال سے انسان اپنی قبر کو تنگی اور سانپوں سے بھر سکتا ہے...... یہی حال گفتگو یعنی کلام کا ہے...... جھوٹا کلام، زیادہ کلام، جدال اور جھگڑے والا کلام، گناہ آلود کلام، غیبت اور چغل خوری والا کلام...... عذاب ہے، شر ہے، مصیبت ہے......

جبکہ اچھا کلام...... دعوت والا کلام، نصیحت والا کلام اور خیر والا کلام...... صدقات جاریہ کا نہ ختم ہونے والا ذریعہ ہے......

اسی طرح نیند اور کھانے پر بھی غور کرلیں......

جماعت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت

دین کی نسبت سے ''جماعت'' نصیب ہو جانا...... بہت عظیم نعمت...... اور ہر خیر کا دروازہ ہے...... اللہ تعالیٰ نے جن کو دین کا راسخ علم اور ''زندہ دل'' عطاء فرمایا ہے وہ جانتے ہیں کہ...... ''جماعت'' کی کیا قیمت ہے؟ حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کچھ دنوں سے مسلسل یادوں میں رہتے ہیں...... اللہ تعالیٰ اُن کو ہم سب کی طرف سے بہترین ''جزائے خیر'' عطاء فرمائیں......

انہوں نے ہماری جماعت کے آغاز اور اس کی حفاظت و ترقی کے لیے اپنی عمر کے سب سے بہترین حصے میں جو محنت اور شفقت فرمائی...... وہ ناقابل فراموش ہے...... ہماری جماعت بننے سے بہت پہلے ۱۹۹۳ء میں...... حضرت لدھیانوی شہید اور دیگر اکابر حضرات نے بخارا و سمرقند کا سفر فرمایا تھا...... یہ سفر ''تحفظ ختم نبوت'' کے سلسلہ میں تھا...... اس سفر میں شریک اکثر اکابر اب اپنے ''رب'' کے پاس جا چکے ہیں ''رحمۃ اللہ علیہم''...... حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم الحمدللہ حیات ہیں...... اللہ تعالیٰ اُن کو خیر و عافیت کے ساتھ لمبی عمر عطاء فرمائیں...... بندہ بھی بطور خادم اس قافلے میں شریک تھا...... بخارا کے ایک قبرستان میں سب حضرات...... مختلف ائمہ اور مشائخ کے مزارات پر حاضری دے رہے تھے...... حضرت اقدس لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ اچانک سب سے الگ ہو کر ایک چبوترے پر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر لیٹ گئے...... بندہ کو محسوس ہوا کہ اُن کی طبیعت ناساز

ہے...... چنانچہ میں بھی اُن کے پاس چلا گیا اور اُن کے پاؤں دبانے لگا......

حضرت نے بہت خوشی اور تشکر کے انداز میں دیکھا اور پھر آنکھیں بند کرلیں...... اس وقت وہ آہستہ آواز میں مسلسل ایک ہی دعاء مانگ رہے تھے......

”اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَ عُمُرِیْ اٰخِرَہٗ وَخَیْرَ عَمَلِیْ خَوَاتِیْمَہٗ وَخَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمَ اَلْقَاکَ فِیْہِ“

یا اللہ میری عمر کے آخری حصے کو میری عمر کا بہترین حصہ بنادیں...... اور میرے آخری اعمال کو میرے بہترین اعمال بنادیں...... اور میری زندگی کے دنوں میں سب سے اچھا دن وہ بنادیں...... جس میں میری آپ سے ملاقات ہوگی...... آپ مسلسل وجد، درد اور توجہ سے بس یہی دعاء پڑھتے رہے...... یہاں تک کہ قافلہ والے حضرات واپسی روانہ ہونے لگے تو آپ بھی اُٹھ بیٹھے اور ساتھ روانہ ہوگئے...... بندہ انڈیا کی قید سے واپس آیا، جماعت کا اعلان ہوا تو حضرت نے ایسی سرپرستی اور تعاون فرمایا جو بظاہر ناقابل یقین نظر آتا ہے...... آپ اعتکاف میں تھے...... وہاں مجھے بلایا...... بھرے مجمع میں اپنی ”خلافت“ عطاء کرنے کا اعلان فرمایا...... پھر ساتھ بٹھا کر افطاری کرائی اور سرگوشی کے انداز میں فرمایا...... حضرت مفتی رشید احمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) مجھ سے سبقت لے گئے...... بندہ اُن کی بات نہ سمجھا تو فرمایا انہوں نے تمہیں پہلے ”خلافت“ دے دی...... ورنہ حق تو میرا بنتا تھا کہ یہ قدم میں اُٹھاتا...... (دراصل بنوری ٹاؤن جامعہ کی برکت سے حضرت کے ساتھ بہت پرانا تعلق تھا)......

پھر جمعہ پڑھانے کی دعوت دی...... اور اپنی طرف سے ”علماء کرام“ کے لیے اس میں شرکت کا دعوت نامہ جاری فرمایا...... ماشاء اللہ بہت بڑا اجتماع تھا...... بندہ ابھی بیان کر ہی رہا تھا کہ...... حضرت اُٹھ کر آگے بڑھے اور میرے ہاتھ پکڑ کر ”بیعت“ کا اعلان فرمادیا...... فرمایا میں اِن کے ہاتھ پر جہاد اور جماعت کی بیعت کر رہا ہوں...... یہ منظر مجمع کے لیے

ایک بجلی کی طرح تھا...... حضرت اقدس، میرے محبوب مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمۃ اللہ علیہ روتے ہوئے دوڑے اور ہاتھ پکڑ کر بیعت کا اعلان کرنے لگے...... اُن کے بعد حضرت اقدس خادم العلماء مفتی محمد جمیل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ نے یہی عمل دہرایا اور پھر علماء کرام ٹوٹ پڑے پوری مجلس رونے کی آواز اور نعروں سے گونج رہی تھی...... بڑی مشکل سے مجمع کو دوبارہ منظم کر کے بیان شروع ہوا......

عید کے بعد ایک اور مسجد میں کوئی تقریب تھی...... بندہ کو طلب فرمایا گیا...... حضرت اقدس لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ اس اجتماع کے ''میر مجلس'' تھے...... وہاں اچانک آپ نے لوگوں سے فرمایا...... تمہیں معلوم ہے میں نے اِن کو خلافت کیوں دی ہے؟ میں نے اس لیے ''خلافت'' دی ہے کہ اِن کے کام میں میرا حصہ اور اجر شامل ہو جائے...... مجلس سے فارغ ہوئے تو حضرت کو اُٹھنے میں دشواری تھی میں نے ہاتھ تھام لیا...... آپ میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد کے صحن میں تشریف لائے وہاں کافی لوگ جمع ہو گئے...... ایک دم جذب کی حالت میں فرمایا...... میں نے تمہارے ہاتھ پر رسمی بیعت نہیں کی...... مجھے جہاں تشکیل پر بھیجنا ہے ابھی بھیج دو...... اور اچھی طرح یاد رکھنا میں اپنے بستر پر نہیں مروں گا...... ان شاء اللہ شہید ہوں گا...... اس کے چند دن بعد...... بندہ کے ساتھ افغانستان کا سفر فرمایا...... بہت عجیب سفر تھا...... گاڑیوں میں بھی اور جہازوں میں بھی...... حضرت بہت مسرور تھے...... مسلسل ذکر میں رہتے تھے...... اور بہت کم بولتے تھے اور جو بھی ملنے آتا اسے فرماتے تمہارا امیر کوئی بھی ہو...... میرا امیر تو یہ ہے...... اپنی شہادت سے چند دن پہلے مجھے فوری طور پر حاضر ہونے کا حکم دیا...... بندہ مسجد باب الرحمت کراچی اُن کے دفتر میں حاضر ہوا...... آپ اپنی آخری تصنیف کا املاء کروا رہے تھے...... اس سے فارغ ہو کر مجھے قریب بٹھایا اور بہت جوش کے ساتھ فرمایا...... یہ کام جو تم نے شروع کیا ہے ان شاء اللہ بہت چلے گا...... مگر یاد رکھنا مخالفت

بہت ہو گی...... بس اپنے کام میں لگے رہنا...... مخالفین کو جواب دینے نہ لگ جانا...... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کو اپنا مقصد بنائے رکھنا...... یہی نصیحت فرماتے رہے...... پھر فرمایا چلو یاد دہانی کے لیے تحریر بھی لکھ کر دیتا ہوں...... پھر ایک تحریر لکھوائی...... جو ہم نے بعد میں اپنے رسالہ میں شائع کر دی......

بس یہ آخری ملاقات تھی...... اور نصیحتوں کے رنگ سے واضح طور پر جدائی کا انداز جھلک رہا تھا...... اس کے چند دن بعد...... جب وہ مکمل تیار ہو کر پڑھانے، لکھنے اور دین کا کام کرنے جا رہے تھے...... اُن پر فائرنگ ہوئی اور انہوں نے اپنی زندگی کا بہترین دن ''سرخ رو'' ہو کر پا لیا...... بندہ نے نماز جنازہ میں شرکت کی سر توڑ کوشش کی...... مگر کراچی ائیر پورٹ پر روک لیا گیا...... ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کی مگر دوسری سپیشل فلائٹ پر لاہور دھکیل دیا گیا......

بندہ نے ٹیلی فون کے ذریعہ اُن کی ''نماز جنازہ'' کے مجمع سے خطاب کیا...... وہ چلے گئے...... علم و حکمت اور فراست و کرامت کا ایک باب بند ہو گیا...... مگر اُن کی شہادت والی زندگی...... اور اُن کے پہلے اور آخری اعمال...... آج بھی مہک رہے ہیں......

اللہ تعالیٰ اُن کو...... مغفرت، شہادت اور اکرام کا مزید بلند اور عالی مقام نصیب فرمائیں...... اُن کی برکت ہے کہ...... جماعت کے ساتھی بس ''عمل'' کی فکر میں رہتے ہیں...... اور ''جدل'' سے بچتے ہیں......

ماشاء اللہ...... لاحول ولا قوۃ الا باللہ، حسبنا اللہ ونعم الوکیل...... والحمد للہ رب العالمین......

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

مولانا طلحۃ السیف

صحت مند کھیل

اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں ہمیں شریعت کا اتباع نصیب فرمائے۔ انسانی زندگی کی جتنی ضروریات اور معاملات ہیں ان میں شریعت کی طرف سے مکمل رہنمائی موجود ہے۔ تاکہ انسان ان معاملات کو اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق انجام دے اور اجر و ثواب کا مستحق بنے۔ ضرورت کے معاملات، تفریحی سرگرمیاں اور کھیل اگر اچھی نیت سے ادا کئے جائیں اور ان کی ادائیگی میں سنت طریقے کا خیال رکھا جائے تو یہ بھی نوافل و اذکار کی طرح عبادات بن جاتے ہیں اور اگر ان میں شریعت کی حدود کو پامال کیا جائے تو وبال اور حساب بن جاتے ہیں۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اور کھیل، تفریح وغیرہ انسانی فطرت کے تقاضے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ دین فطرت میں ان کے حوالے سے رہنمائی موجود نہ ہو۔ اسی طرح خوشی کے وقت کے کچھ اپنے تقاضے ہوتے ہیں اور غم کے وقت کے اپنے۔ ان حالات میں انسان اپنی عمومی حالت میں نہیں رہ پاتا بلکہ فطری طور پر خوشی اور غم کے اظہار پر مجبور ہوتا ہے۔ دین فطرت میں پوری رہنمائی موجود ہے کہ خوشی منانے کے کون سے قرینے ہیں جو جائز ہیں، مستحسن اور مندوب ہیں جبکہ غم کا اظہار کرنے کی بھی مکمل ترتیب سمجھائی گئی ہے۔ جو انسان اپنی یہ تمام ضروریات اور اپنے یہ تمام فطری تقاضے اور شوق بھی نظام شریعت کے تابع کردے وہ عبدیت کے حقیقی مقام کو پالیتا ہے۔

اسلام میں کھیل کود کے سلسلے میں جو سب سے اصولی بات ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پسندیدہ کھیل

وہ ہیں جن سے مقاصد شریعت کی تکمیل میں مدد ملے، جسم کو قوت حاصل ہو جو عبادات کی ادائیگی میں کام آئے ساتھ ساتھ ان سے تفریح اور نشاط طبع کے مقاصد بھی حاصل ہوں۔ اس بابت تین کھیل تو تعیین کے ساتھ بتائے گئے کہ وہ حق ہیں اور شرعاً بہت پسندیدہ ہیں۔ متعدد صحیح احادیث مبارکہ میں یہ مضمون وارد ہوا ہے

۱ تیر اندازی کرنا

۲ گھڑسواری کرنا اور گھوڑے کو تربیت دینا، سدھانا، سکھانا وغیرہ

۳ اپنی بیوی کے ساتھ دل لگی کرنا۔

ان میں جو پہلے دو کھیل ہیں یہ جہاد کی تیاری کے اعمال میں سب سے افضل عمل ہیں اور تیسرا عمل حصول عفاف کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کی تیاری کا حکم فرمایا۔ اسے واجب فرمایا اور اس کے لیے ہر طرح کی قوۃ کا حصول لازم فرمایا۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (الانفال)

یہ حکم تیاری کے ہر قرینے کو شامل ہے۔ نظریہ سازی، جسم کی مضبوطی، دل و دماغ کی مضبوطی کے اسالیب سے لے کر اسلحہ کی ایجاد، اس کے استعمال کی مہارت حاصل کرنے تک جو کچھ بھی جہاد میں کام آنے والا ہے وہ سب اس حکم میں شامل ہے۔ اسی طرح جہاد کے لیے ''جماعت'' کا وجود لازم ہے۔ جماعت کا قیام اطاعت اور اُلفت پر ہوتا ہے۔ جماعت بننا اور پھر اس جماعت کو مضبوط بنیادوں پر قائم رکھنا خصوصاً ان مذکورہ بالا دو امور کا اہتمام کرنا یہ سب جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ''اعداد'' یعنی تیاری کے حکم میں داخل ہے لیکن اس قوۃ کی تفسیر میں دو چیزیں سب سے اہم اور ضروری ہیں وہ ''الرمی'' (تیر اندازی) اور ''رباط الخیل'' یعنی گھڑسواری ہیں۔ احادیث صحیحہ میں ان دونوں کے جتنے فضائل وارد ہوئے ہیں اور جس قدر ترغیب ان دونوں اعمال کو اپنانے کی دی گئی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم جہاد کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص بخوبی واقف ہے۔ انہی فضائل، ترغیبات اور ان اعمال کے ترک پر وارد ہونے والی وعیدوں کے پیش نظر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے

ہاں خصوصاً اور بعد کے ادوار میں عموماً ان دونوں اعمال کا امت میں بہت اہتمام رہا۔

قرآن وحدیث کی رو سے یہ دونوں کام جب واجب ٹھہرے تو انہیں کھیل کا عنوان کیوں دیا گیا؟؟......

کھیل تو محض انسانی تفریح کی چیز کو سمجھا جاتا ہے اور ان امور کو جو لہو ولعب پر مشتمل ہوتے ہیں۔

اس عنوان سے یہی بات سمجھائی گئی کہ مومن کا کھیل کود اور تفریحی سرگرمیاں بھی ان اعمال پر مشتمل ہونے چاہییں جو شریعت کے احکام ہیں تاکہ اس کا کوئی عمل اجر وثواب سے خالی نہ جائے اور اس کے اوقات کا کوئی لمحہ غفلت کی نذر نہ ہو۔ وہ جسمانی اور ذہنی نشاط بھی ان طریقوں سے حاصل کرے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی ادائیگی میں مددگار اور معاون بنیں۔ تیر اندازی اور گھڑسواری سے تفریح ونشاط کا مقصد بھی اچھی طرح حاصل ہو جائے گا اور جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کرنے، جہاد کے لیے ہمہ وقت تیار رہنے اور جہاد کے لیے دل و دماغ اور جسم کی مضبوطی کے حصول کے مقاصد بھی حاصل ہوں گے اور نیت کے استحضار کے ساتھ یہ اعمال کرنے سے تفریح کا یہ وقت بھی افضل ترین اعمال میں شمار ہو کر آخرت کا بہترین ذخیرہ بن جائے گا۔ اسی وجہ سے مقابلہ بازی بھی صرف انہی کاموں میں پسندیدہ قرار دی گئی ہے۔

لَا سَبَقَ إِلَّا فِي نَصْلٍ أَوْ خُفٍّ أَوْ حَافِرٍ (الترمذی)

”انعامی مقابلہ بازی صرف تیر اندازی (نیزہ بازی وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں) اونٹ اور گھوڑے کی دوڑ میں ہی درست ہے“......

حضرات فقہاء کرام نے اسی سے استنباط کیا ہے کہ ان دو کے بعد درجہ بدرجہ ان تمام کھیلوں کا حکم ہے جن سے ایسی جسمانی قوت اور دل کی مضبوطی حاصل ہو جو جہاد فی سبیل اللہ میں کام آئے اور عبادات کی ادائیگی میں نشاط اور قوت پیدا کرے۔ جیسا کہ تیراکی، تلوار بازی، کشتی، دوڑ، تیز چلنا وغیرہ۔ اسی لیے احادیث مبارکہ میں تیراکی کی بہت فضیلت اور تاکید وارد ہوئی ہے کیونکہ اس کے بغیر ”غزوالبحر“ یعنی سمندری جہاد کا افضل ترین عمل ادا نہیں ہوسکتا۔ تیراکی جسمانی قوت کے حصول کا

بہترین ذریعہ ہے۔موجودہ میڈیکل سائنس میں اسے فل باڈی ایکسر سائز کہا جاتا ہے۔اس سے دل اور دماغ کو بھی بھرپور قوت حاصل ہوتی ہے۔اس کی مہارت حاصل کرنے میں خدمت خلق کا پہلو بھی ہے کہ اس کے ذریعے جانیں بچائی جاسکتی ہیں اور سیلاب میں گھرے لوگوں تک امداد پہنچائی جاسکتی ہے۔اسی طرح تلوار بازی سیکھنا اور کشتی کا فن حاصل کرنا بھی نبی کریم ﷺ کی سنتوں میں سے ہے۔آپ ﷺ سب سے بہترین تلوار باز تھے اور کشتی میں تو عرب کے نامور ترین پہلوان بھی آپ ﷺ کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے۔صحابہ کرام اور اسلاف امت میں ان فنون کی مہارت حاصل کرنے کا اسی لیے بہت اہتمام رہا۔اسی طرح شکار کرنا بہترین تفریحی سرگرمی ہے اور حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا عمل ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم ﷺ کے سامنے شکار کیا کرتے تھے بلکہ شکار کا گوشت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ رغبت کی صورت میں اسے تناول بھی فرماتے۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بازو پکڑ کر نبی کریم ﷺ نے ان کا ایک ہرن کی طرف نشانہ سیدھا فرمایا اور پھر اسے گرانے پر انہیں شاباش دی اور اس ہرن کو تناول فرمایا۔اسی طرح آپ ﷺ کی خدمت میں تلور شکار کرکے پیش کیا گیا اور آپ نے اسے تناول فرمایا۔خرگوش لایا گیا لیکن اسے آپ ﷺ نے خود نہیں کھایا صحابہ کرام کو فرمایا کہ وہ کھالیں۔

شریعت میں کتا پالنا بہت ناپسندیدہ عمل ہے اور اس پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں لیکن شکار کے لیے کتا پالنے کی رخصت دی گئی۔صحابہ کرام میں بعض حضرات نے اس رخصت کے مطابق شکار کے کتے پالے تھے اور ان کے ساتھ شکار کا شوق بھی کیا کرتے تھے۔حضرت عدی بن حاتم، حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی صحابہ کرام کے نام آتے ہیں جن کے ہاں شکاری کتے موجود تھے۔شکار کا شوق اگر اعتدال اور شرعی حدود کی پابندی کے ساتھ ہو تو پسندیدہ ہے۔اس میں تیر اندازی اور نشانہ بازی کا عمل بھی ادا ہو جاتا ہے۔جسمانی محنت اور مشقت بھی ہے اور گھڑ سواری بھی ہو جایا کرتی تھی۔البتہ شکار کے شوق میں غلو دل میں غفلت پیدا کرتا ہے اور شکاری لوگ عموماً عبادات سے غافل ہو

جاتے ہیں اس لیے اس میں غلو کی ممانعت کی گئی۔ بہر حال شکار کا شوق اگر اعتدال کے ساتھ نشانہ بازی کی مہارت برقرار رکھنے اور سنت انبیاء پر عمل کی نیت سے ہو تو مستحسن ہے البتہ کتا نہ پالا جائے تو اچھا ہے کیونکہ پھر معاملہ صرف شکار تک محدود نہیں رہتا بلکہ کتے پالنے کے شوق تک چلا جاتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔ اسی طرح وہ کھیل جو منصوص نہیں ہیں اور بعد کے زمانے کی ایجاد ہیں ان کے جائز ناجائز یا پسندیدہ ناپسندیدہ ہونے کا مدار حضرات فقہاء کرام کے ہاں اسی اصول پر ہے کہ ہر وہ کھیل جس سے جسمانی، قلبی قوت کا حصول ہو۔ اس میں فضول وقت کا ضیاع نہ ہو۔ وہ کھیل محض ذہنی مشقت نہ ہو۔ اس کھیل سے عبادات میں خلل نہ ہو وہ جائز ہے اور جس کھیل میں غفلت، وقت کا ضیاع، محض ذہنی مشقت، حرام شرط، جوا وغیرہ مفاسد ہوں اور اس سے بدن اور دل کو قوت حاصل نہ ہوتی ہو وہ ناجائز اور ناپسندیدہ ہے۔ اسی لیے اسلام نے تیر اندازی، گھڑسواری، تیراکی، کشتی، شکار وغیرہ سرگرمیوں کو جہاں پسند فرمایا وہیں شطرنج جیسے کھیلوں کے بارے میں سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور ان سے متعلق شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

سکولز کی چھٹیوں کا زمانہ آ رہا ہے۔ طلبہ ان ایام میں مختلف تفریحات کے منصوبے بناتے ہیں جبکہ کسی نہ کسی کھیل کے ساتھ وابستگی تو پورا سال رہتی ہی ہے۔ یہ ہماری زندگی کا ایک فطری اور اہم پہلو ہے اس لیے اس سے متعلق بھی ہمیں خود کو شریعت کے احکام اور مرضیات کا پابند بنانا چاہیے۔ اپنے لیے، اپنے بچوں کے لیے کھیل اور تفریح کی ایسی سرگرمیوں کا انتخاب کریں جو شریعت کی نظر میں پسندیدہ ہیں کیونکہ ان کے اچھے جسمانی، قلبی اور ذہنی اثرات زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔ ناپسندیدہ اور ناجائز تفریحات نے ہمارے معاشرے کو کم عمری میں ہی ذہنی اور جسمانی امراض کے شکار افراد سے بھر دیا ہے اور ہر طرف ان کے سبب فساد ہی فساد پھیل رہا ہے۔

۱۸

پیغامِ نبوی ﷺ

مفتی محمد منصور احمد

کسی نیکی کو چھوٹا نہ سمجھیں!

مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ (سنن ترمذي: ٣٧٠١)

''آج کے بعد عثمان جو چاہے کرے، اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا!''

غزوہ تبوک کا لشکر سیرت کی کتابوں میں ''جیش العسرۃ'' کے نام سے جانا جاتا ہے!

اس نام کی وجہ یہ ہے کہ بیت المال میں لشکر کی تیاری کیلئے بقدر ضرورت مال و اسباب موجود نہیں تھے۔ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے پر ابھارا، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہزار دینار لیے ہوئے حاضر ہوئے اور انہیں نبی کریم ﷺ کی جھولی میں ڈال دیا۔

آپ ﷺ ان دیناروں کو ہاتھ سے الٹ پلٹ کرتے ہوئے فرمانے لگے: آج کے بعد عثمان جو چاہے کرے اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا!

☆ اس دنیا میں کسی بھی نیکی کا بدلہ جنت ہوسکتا ہے، اس لیے آپ کسی نیکی کو نہ چھوڑیں!

☆ بدکار عورت جس نے کتے کو پانی پلایا وہ اس نیکی کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگئی! (صحیح بخاری: ٣٤٦٧)

☆ آدمی جس نے لوگوں کو تکلیف دینے والی درخت کی ٹہنی کو کاٹا اس نیکی کی وجہ سے جنت میں چلا گیا! (ابن ابی شیبہ: ٢٦٨٧٤)

☆ ان سات لوگوں میں سے تین نے یہ عظیم مقام ایک ہی نیکی سے پایا جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے

عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن کوئی اور سایہ نہیں ہوگا!

☆ایک وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اس کے آنسو بہنے لگے، وہ اس نیکی کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا!

☆ دوسرا وہ آدمی جس کو کوئی خوبصورت خاندانی عورت برائی کی دعوت دے لیکن وہ اپنا دامن بچالے، اس نیکی کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا!

☆ تیسرا وہ آدمی جو اپنا صدقہ لوگوں سے چھپا کردے، اس نیکی کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا! (صحیح بخاري: ٦٦٠)

☆ زندگی بہت ساری نیکیوں کا موقع دیتی ہے، اور کسی بھی نیکی کا بدلہ جنت ہوسکتا ہے!

ہمیشہ بڑے مقاصد کو سامنے رکھیں!

يُحِبُّ مَعَالِيَ الْأَخْلَاقِ (شعب الایمان: ۷۶۴۷)

''اللہ تعالیٰ اعلیٰ اخلاق کو پسند کرتا ہے''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا: اللہ تعالیٰ انتہائی مہربان ہے اور مہربانی کو پسند کرتا ہے! اعلیٰ اخلاق کو پسند کرتا ہے اور برے اخلاق کو ناپسند کرتا ہے!

☆ اپنے سامنے ایک بلند مقصد رکھیں، مثلاً یہ کہ آپ قرآن کریم کو حفظ کریں گے!

☆ اور اپنے لیے خوشگوار راستے کا انتخاب کریں، مثلاً یہ کہ آپ ڈاکٹریٹ کی ڈگری لیں گے!

☆ کسی مفید سلسلے کو جاری رکھیں اور نفع دینے والے پروگراموں میں شرکت کرتے رہیں!

☆ اپنی زندگی جئیں، دوسرے لوگوں کی طرح زندگی گذارنے کی کوشش نہ کریں!

☆ کچھ لوگوں کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ فلاں مشہور بندے نے کیا کھایا اور کیا پہنا!

☆ وہ یوٹیوبر کہاں گیا اور اس ٹک ٹاکر نے کیا کیا!

☆ ان کی مصروفیت یہی ہوتی ہے کہ فلاں آدمی نے کہاں کا سفر کیا اور فلاں عورت کو طلاق کیوں ہوئی! بے کار زندگی اور فضول دلچسپیاں!

☆ کیا ہم اسی چیز کیلئے پیدا ہوئے ہیں؟ اور اسی مقصد کیلئے ہم اس زمین پر موجود ہیں؟

☆اپنی قبر کی تیاری کریں جہاں آپ نے لمبا زمانہ رہنا ہے کیونکہ وہاں آپ نے اکیلا رہنا ہے!

اپنی بچیوں کے حق مہر کم رکھیں!

أَعْطِهَا شَيْئًا (سنن ابی داؤد: ۲۱۲۵)

''انہیں کوئی چیز حق مہر کے طور پر دے دیں''

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رشتے کی بات کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی بات کو قبول کیا اور فرمایا: انہیں کوئی چیز حق مہر کے طور پر دے دیں!

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: آپ کی زرہ کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کیا: وہ میرے پاس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: وہی ان کو دے دیں!

☆ایک زرہ! یہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی اور سارے جہاں کی عورتوں کی سردار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر!

☆بیٹیاں کوئی قابل فروخت مال نہیں ہوتیں، نہ ہی یہ کسی قسم کا سامان تجارت ہوتی ہیں!

☆اور حق مہر کوئی باعث فخر چیز نہیں کہ ہم کہیں میری بیٹی کا مہر آپ کی بیٹی کے مہر سے زیادہ ہے!

☆شادیاں سرمایہ کاری اور منافع کمانے کیلئے نہیں کی جاتیں!

☆مہر کم رکھیں ان میں اضافہ نہ کریں، کیونکہ برکت وہاں ہوتی ہے جہاں مہر کم ہوتے ہیں!

☆لوگوں میں برے طریقوں کو رواج نہ دیں اور مقابلہ بازی کا دروازہ نہ کھولیں!

☆پھر ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے بیٹیوں کے ساتھ ساتھ بیٹے نہ ہوں!

لہٰذا جو شخص اپنی بیٹی کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کرے گا، اسی طرح جلد ہی وہ اپنے بیٹے کیلئے بیوی خریدنے پر مجبور ہوگا!

☆عورتوں کی عزت اس چیز سے بہت بلند ہے اور ہمارا دین بہت آسان ہے، لہٰذا آپ بھی اس معاملے میں آسانیاں پیدا کریں!

ملحوظ: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی یعنی پانچ سو درہم تھا، آج کل کے حساب سے یہ ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی بنتا ہے۔

کسی بھوکے کو کھانا کھلانا بہت بڑی عبادت اور اجر وثواب کا باعث ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ جب کوئی کام اللہ کی رضا کیلئے کیا جاتا ہے تو اللہ کریم اپنے اس بندے پر رحمت نازل فرماتے ہیں، اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں:

"مگر انسان کا حال یہ ہے اس کا رب جب اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اسے عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنا دیا اور جب وہ اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا" (سورۃ فجر)

بھوکوں کو کھانا کھلانے کے دنیا میں بے شمار فائدے ہیں۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے سے معاشرے کے مالدار اور غریبوں کے درمیان نفرت و کدورت کی دیوار کھڑی نہیں ہوتی۔ چوری ڈکیتی کی وارداتیں، قتل کے واقعات نہیں ہوتے، رشتے ناطے خراب اور ٹوٹتے نہیں ہیں۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے سے معاشرے میں محبت و الفت کی فضاء قائم ہوتی ہے۔ تعاون و ہمدردی کا ماحول پروان چڑھتا ہے۔ بھوکوں کھانا کھلانا اسلام کے نزدیک بہت ہی بڑی نیکی ہے اس کے ذریعہ بندہ رب سے قریب ہوتا ہے۔ جنت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ آخرت کی کامیابی، بلند درجات، اللہ کی نصرت و مدد آتی ہے۔ اسلام بھوکوں کو کھانا کھلانے پر بہت زور دیتا ہے۔ اس کو مالداروں پر حق بتایا ہے۔ بھوکوں اور ضرورت مندوں کے کام آنے کے فوائد درج ذیل ہیں:

اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے: اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح کے لیے ضروری ہے کہ بھوکوں کا خیال رکھا جائے۔

"اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں مسکینوں اور مسافروں پر مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے" (البقرہ)

اسی طرح سورہ روم کی آیت 38 میں ارشاد ہے:

"رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین و مسافر کو (اس کا حق) یہ طریقہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہوں اور وہی فلاح پانے والے ہیں"

اسلام کے نزدیک سب سے اچھا عمل بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے۔ ایک شخص نے رسول ﷺ سے سوال کیا کہ سب سے افضل اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کھانا کھلانا ہر شخص کو سلام کرنا خواہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔ (بخاری، مسلم)

اسلام کی نظر میں بھوکے انسان کو کھانا کھلانا سب سے بہترین صدقہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو کسی بھوکے کو پیٹ بھر کھانا کھلائے" وہ شخص ایمان نہیں رکھتا جو خود تو پیٹ بھر کر کھالے اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا رہ جائے۔ (بخاری، مسلم)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تم مریض کی عیادت کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کی رہائی کا انتظام کرو!'' (بخاری)

بھوکے کو کھانا کھلانے سے دل نرم ہوتا ہے۔ ایک شخص نے اللہ کے رسول ﷺ سے شکایت کی اے اللہ کے رسول! میرا دل سخت ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

''اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے تو مسکین کو کھانا کھلاؤ اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو! (مسند احمد)

جو شخص مسکینوں کی مدد کرنے لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے اس کا اسلام میں بڑا مقام ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

بیوہ اور مسکین کی مدد کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا ایسا ہے جیسے جہاد فی سبیل اللہ میں دوڑ دھوپ کرنے والا۔

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی حدیث کہتے ہیں) مجھے یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ ایسا ہے جیسے وہ شخص جو نماز میں کھڑا رہے اور آرام نہ لے اور وہ پے در پے روزے رکھے اور کبھی روزہ نہ چھوڑے۔ (بخاری و مسلم)

ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا اسلام میں نیکی اور پسندیدہ عمل ہے لیکن بھوکوں کو کھانا کھلانا بہت ہی اونچا عمل ہے۔اس لیے کہ دوسری ضرورت کے باوجود انسان زندہ رہ سکتا ہے لیکن بھوک کے بعد تو موت ہی ہے۔قرآن مجید میں اہل ایمان اور جنتیوں کی علامت بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ (الدھر:8-9)

غلاموں کو غلامی سے آزاد کرانا، مسکین و یتیم کو کھانا کھلانا بہت بڑی نیکی ہے خاص کر جب کہ قحط کی وجہ سے فاقہ کشی کی نوبت آگئی ہو لوگ بھوک سے موت کے قریب آلگے ہوں ایسے فاقے کے دنوں میں کسی فاقہ کش کو کھانا کھلانا اور بڑی نیکی ہو جاتی ہے اور اس کی اہمیت اور کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ یہ نیکی کرنا بڑی دشوار گزار بات ہے اسلام میں بھوکوں اور مجبوروں کا خیال نہ رکھنا بہت بڑا جرم ہے اس کے سلسلہ میں بڑی وعیدیں ہیں۔جو لوگ دنیا میں اپنی مالداری اور طاقت کے نشہ میں چور رہتے ہیں۔مسرفانہ، پر تعیش زندگی گزارتے ہیں، بھوکوں و ضرورت مندوں کا کبھی خیال تک نہیں آتا بلکہ اپنی طاقت کے نشہ میں غریبوں کو خاطر میں نہیں لاتے، نہ تو خود بھوکوں کو کھلاتے ہیں اور نہ دوسروں کو بھوکوں کو کھلانے پر ابھارتے ہیں۔اللہ کے نزدیک اہل ثروت کا یہ طرز عمل نہایت مبغوض ہے ان کے اس رویہ کی وجہ سے اللہ ان کو جہنم میں پھینک دے گا۔ارشاد ربانی ہے:

" (حکم ہوگا) پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو پھر اسے جہنم میں جھونک دو پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ یہ نہ اللہ بزرگ پر ایمان لاتا ہے اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا" (الحاقہ 30-34)

جو شخص ضرورت مندوں کی ضرورت کا خیال نہیں رکھتا یتیم و بے سہارا کا ہمدردی کا کوئی جذبہ نہیں رکھتا نہ بھوکوں کو خود کھانا کھلاتا ہے نہ کسی کو کھانا کھلانے پر اکساتا ہے اور جب یتیم بے سہارا مسکین اس کے پاس آئے اور منع کرنے کے بعد بھی اپنے ضرورت رکھے منت سماجت کرے تو اس کا دل نہ پسیجے اور نرم نہ پڑے بلکہ وہ ان کو دھتکارے دے حقارت سے بھگانے کی کوشش کرے، دھکے دے یہ ایسی رذیل حرکت ہے کہ کوئی ایسا شخص جس کے دل میں ایمان ہو وہ ایسا نہیں کرسکتا۔ایسا تو وہی آدمی ہی کرسکتا ہے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا جو اللہ کے حضور جواب دہی کے احساس خالی ہو۔وہی شخص انفاق فی سبیل اللہ،

خدمت خلق، مسکین کی ہمدردی اور بھوکے کو کھانا کھلانے کے جذبہ سے عاری ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”تم نے دیکھا اس شخص کو جو آخرت کی جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے پر نہیں اکساتا“ (سورہ ماعون 1-3)

بھوکے کو کھانا نہ کھلانا مال کی حرص کی وجہ سے ہوتا ہے یتیم کا مال ہڑپ کرنا اس کا احترام نہ کرنا مسکینوں کو کھانا نہ کھلانا اور نہ دوسروں کو اس کے لیے اکسانا بھوکوں کی بھوک مٹانے کی طرف توجہ نہ دینا۔ مال کی حرص اور بے جا محبت میں گرفتار ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (سورۃ فجر:5)

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں زکوٰۃ کے مصارف بتائے ہیں ان میں فقیر اور مسکین کا ذکر کیا ہے لیکن عام طور پر جہاں صدقہ کرنے کی بات فرمائی ہے وہاں زیادہ تر مسکین کا ہی ذکر کیا ہے۔ مذکور بالا آیات اور احادیث میں مسکین کا ذکر ہی کیا گیا ہے مسکین کون لوگ ہوتے ہیں حدیث میں اس کی بھی وضاحت فرمادی گئی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے دوازے کے چکر لگاتا ہے اور ایک لقمہ دو لقمے اور ایک کھجور اور دو کھجور لے کر لوٹتا ہے بلکہ مسکین وہ ہے کہ جو اتنا مال نہیں رکھتا ہے کہ اپنی ضرورت پوری کر سکے اور اس کی غربت کو لوگ سمجھ نہیں پاتے کہ اسے صدقہ دیں اور نہ وہ لوگوں کے سامنے کھڑا ہو کر ہاتھ پھیلاتا ہے۔“ (بخاری مسلم)

نبی کریم ﷺ لوگوں کا بہت خیال رکھتے تھے کسی سائل اور ضرورت مند کو واپس نہیں کرتے تھے۔ اگر آپ کے گھر میں کچھ بھی نہیں ہوتا تو صحابہؓ کو آمادہ کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کے مبارک اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین

مولانا زبیر طیب

حقیقی معیار

اللہ تعالیٰ اہل غزہ، اہل فلسطین کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ وہ ہر دن ہمیں کچھ نیا سکھاتے ہیں کچھ ایسا جس کی ہمیں اشد ضرورت ہوتی ہے۔

''استقامت'' کی سرزمین

جنگ کے دوران ویسے تو غزہ سارے کا سارا ہی صیہونی دشمن کے فضائی حملوں کا نشانہ بنا رہا لیکن بعض علاقے ایسے بھی ہیں جہاں فضائی اور زمینی دونوں لحاظ سے دشمن نے صبح وشام مسلسل تباہی پھیلائی ان علاقوں میں ''جبالیہ'' کی سرزمین خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ''جبالیہ'' کے علاقے میں کوئی گھر ایسا نہیں جو سلامت ہو اور اپنی بنیادوں پر صحیح سالم کھڑا ہو یعنی پوری بستی ملبے کا ڈھیر بن چکی ہے۔ صرف محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً اس پوری بستی میں کوئی ایک گھر بھی سلامت نہیں۔ ''جبالیہ'' کے ہر گھر میں درجنوں شہادتیں ہیں جن میں بچوں اور عورتوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ ''جبالیہ'' پر مسلسل دو سال تک خوفناک بمباری اور زمینی حملوں کے باوجود صیہونی دشمن ایک انچ بھی قبضہ نہ کر سکا۔ جبالیہ کے شیروں نے دشمن پر ایسے خوفناک اور تابڑ توڑ حملے کیے جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ جنگ کے دوران جب دشمن جبالیا کے مغربی محلے قصاصیب میں داخل ہوا تو جبالیہ کے جانبازوں نے اسے روکنے کے لیے فدائی حملے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ ایک نوجوان نے ہاتھ میں بم لے کر دوسری منزل سے نیچے کھڑے مرکاوا ٹینک پر چھلانگ لگا دی۔ قربانی اور شجاعت کی ایسی لازوال داستانیں ہیں جسے سن کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ ''جبالیا'' وہ علاقہ ہے جہاں دشمن نے سب سے خوفناک ترین ہتھیار آزمائے۔ ایسے ہتھیار جس کے بارے میں سن کر بھی انسان کے دل پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے کہ کسی طرح اس علاقے پر قبضہ کر لیا جائے مگر یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ وہاں سے کوئی

انسان، ٹینک، گاڑی یا ٹرک سلامت نہیں نکل سکا۔وہ ننھا سا محلہ دشمن کے لیے خوفناک دلدل بن گیا تھا۔اس خوفناک جنگ کے نتیجے میں شہادتوں کی ایک لمبی فہرست ہے، ہر طرف ملبہ ہی ملبہ ہے، کئی ایسی قبریں ہیں جہاں درجنوں کو اکٹھا دفن کیا گیا ہے۔لیکن آپ کو ایک سچی بات بتاؤں اس سب کے باوجود ''جبالیہ'' کے لوگ پرجوش ہیں۔ان کے دل مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔وہ اپنے معمولات پہلے سے زیادہ احسن طریقے سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ان کے چہروں پر خوشی کے وقت چمک ہوتی ہے۔حال ہی میں ''جبالیہ'' میں کئی طرح کے میلے سجائے گئے۔کھیل کے ایک میلے کے دوران انٹرویو دیتے ایک نوجوان نے کہا: ''ہم جبالیا کے بیٹے ہیں، ہم اسے دوبارہ تعمیر کریں گے اور پہلے سے زیادہ خوبصورت اور مضبوط بنائیں گے اِن شاء اللہ۔ یہ جبالیا ہے، شہداء، زخمیوں اور قیدیوں کی سرزمین مگر ثابت قدم بہادروں کی سرزمین۔آج ہم دشمن کو بتا رہے ہیں کہ اس ملبے سے زندگی نے سر اٹھانا شروع کر دیا ہے۔تم ہمیں کچھ مت دو، ہم اپنے راستے خود بنانا جانتے ہیں۔اپنی خوشیاں تلاشا اور غم سہنا بھی جانتے ہیں ہم وہ ہیں جنھیں ختم نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ہم راکھ سے دوبارہ جنم لے لیتے ہیں۔''

استقامت کا معیار

خان یونس، جبالیہ اور دیر البلاح یہ نام صرف ایک خطۂ زمین کا نام نہیں، یہ علاقے استقامت کا دوسرا نام ہے۔دنیا نے بہت قومیں دیکھی ہیں، بہت جنگیں دیکھی ہیں، بہت حادثے اور سانحات دیکھے ہیں، مگر اِن جیسی زندہ دل اور ایمان سے لبریز قوم شاید ہی کبھی دیکھی ہو۔ڈھائی سال سے زائد عرصہ گزر گیا، ظلم کی انتہا ہو گئی، نسل کشی کی ایسی مثال قائم کی گئی کہ انسانیت بھی شرما جائے، مگر حیرت ہے کہ غزہ کے لوگوں کے چہروں سے زندگی کی روشنی کم نہیں ہوئی۔ان کے لہجوں میں آج بھی حوصلہ ہے، ان کی آنکھوں میں آج بھی امید ہے اور ان کے قدم آج بھی مضبوطی سے زمین پر جمے ہوئے ہیں۔

دنیا کا اصول ہے کہ جب انسان مسلسل دکھوں، بھوک، جنگ اور خوف کا شکار ہو تو وہ ٹوٹ جاتا ہے۔اس کے خواب مر جاتے ہیں، اس کی مسکراہٹ چھن جاتی ہے، اس کی روح تھک جاتی ہے۔مگر اہل غزہ نے دنیا کے اس اصول کو غلط ثابت کر دیا۔وہ آج بھی جیتے ہیں، ہنستے ہیں، کھیلتے ہیں، اور زندگی کو سینے سے لگا کر رکھتے ہیں۔شاید اسی لیے غزہ کو صرف ایک جنگ زدہ علاقہ کہنا ناانصافی ہوگی، غزہ دراصل صبر، غیرت، حوصلے

اور امید کی زندہ تفسیر ہے اور انہوں نے صبر اور استقامت کا وہ معیار امت مسلمہ کے لیے قائم کر دیا ہے جو حیران کن حد تک دلوں اور ذہنوں کو خیرہ کیے جا رہا ہے۔ اہلِ غزہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے لیے ترس نہیں چاہتے۔ وہ دنیا سے ہمدردی کی بھیک نہیں مانگتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ انہیں باعزت انسان سمجھا جائے۔ وہ اپنے زخم دنیا کو دکھا کر رحم کی اپیل نہیں کرتے بلکہ اپنے حوصلے دکھا کر دنیا کو حیران کرتے ہیں۔ اور پھر ان کا اپنے رب سے "تعلق" اللہ اکبر کبیرا۔ وہ اس امت میں حالیہ وقتوں میں سب سے زیادہ "آزمائش" میں مبتلا کیے گئے۔ ایسی آزمائشیں جو انگنت تھی۔ انہیں خوف سے آزمایا گیا، انہیں بھوک سے آزمایا گیا، انہیں اموال کے نقصان سے آزمایا گیا، انہیں جانوں کے نقصان سے آزمایا گیا اور انہیں پھلوں، کھیتیوں، موسموں اور گھروں کی آزمائش سے دوچار کیا گیا لیکن ان سب کے باوجود ان کا رب سے تعلق دیکھیں۔ ان کے بچوں اور بڑوں میں قرآن کا شوق دیکھیں اسی "جبالیہ" میں گزشتہ رمضان گزرا، اس میں ان کی تیاریاں اور والہانہ پن دیکھیں۔ اسی "جبالیہ" میں قرآن مجید کو دہرانے اور ایک ہی نشست میں ختم کرنے کے مقابلے دیکھیں۔ ان کا قرآن سے ایسا عشق اور کہیں نہیں دیکھا۔ یعنی اس دنیا میں سب سے زیادہ آزمائی جانے والی قوم سب سے زیادہ اپنے "رب" کے قریب ہے۔ بلاشبہ اس میں ہماری لیے بہت غور و فکر اور نشانیاں ہیں۔

ہر دن ایک نیا سبق

دنیا اکثر ترقی کو بڑی عمارتوں، روشن سڑکوں اور جدید سہولیات سے ناپتی ہے، مگر غزہ نے ثابت کیا کہ اصل ترقی یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ آپ اپنے قول میں کس قدر سچے ہیں۔ وہ اپنے رب کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان میں "کھرے اور سچے" نکلے۔ انہوں نے اپنے گرد شیطان کی چالوں کو ناکام کر دیا اور اپنے ایمان کی حفاظت کی یہی اصل ترقی ہے۔ اگر ایمان زندہ ہو تو اندھیروں میں بھی روشنی نظر آنے لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل غزہ اپنے طرز عمل سے ہر دن ایک نیا سبق امت کو سکھاتے ہیں۔ کبھی صبر کا، کبھی اتحاد کا، کبھی ایثار کا، اور کبھی امید کا۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ عرصہ پہلے ایک "بڑی آزمائش" میں مبتلا کیا۔ اس آزمائش سے کیسے نبرد آزما ہونا ہے اہل غزہ سے سیکھا۔ ان کے صبر اور استقامت کو دیکھ کر اپنی آزمائش بہت معمولی محسوس ہوتی ہے۔ ان کے حالات کو مزید قریب سے پڑھا اور دیکھا۔ دل کو بے حد تسلی اور روشنی ملی اور اب تک مل رہی

ہے الحمدللہ۔ دنیا کے بڑے بڑے فلسفی شاید وہ بات نہ سمجھا سکے ہوں جو اہل غزہ اپنے عمل سے سمجھا دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن لاکھ کوشش کے باوجود اہل غزہ کو شکست نہیں دے سکا۔عمارتیں گرائی جاسکتی ہیں، مگر حوصلے نہیں گرائے جاسکتے۔جسم زخمی کیے جاسکتے ہیں، مگر زندہ دلوں کو شکست نہیں دی جاسکتی۔وہ واقعی زندہ دل ہیں۔قربانی دینا اور پھر صبر کرنا جانتے ہیں۔غزہ نے دنیا کو یہ بھی سکھایا کہ اصل طاقت ہتھیاروں میں نہیں ہوتی، اصل طاقت انسان کے ارادے میں ہوتی ہے۔دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اپنے جدید اسلحے پر فخر کرتی ہیں، مگر غزہ کے لوگ اپنے ایمان اور صبر پر فخر کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ آج بھی قائم ہیں، آج بھی ڈٹے ہوئے ہیں، اور آج بھی دنیا کے سامنے عزت اور غیرت کی علامت بنے ہوئے ہیں۔انہوں نے امت مسلمہ کے لیے مزاحمت، استقامت، صبر اور یقین کا ایسا نصاب ترتیب دے دیا ہے جسے صدیوں تک ایک مثال کے طور پر پڑھا اور سمجھا جاتا رہے گا۔

بقیہ: سود کے بغیر کامیاب معیشت

کوئی خواب نہیں بلکہ ایک ایسی ٹھوس حقیقت ہے جسے تاریخ کے مختلف ادوار میں کامیابی سے آزمایا جا چکا ہے۔مدینہ کی ریاست سے لے کر فاروقِ اعظم کے دورِ زریں تک اور انگریز کے مقامی وسائل کے استعمال تک، ہر مثال پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اصل طاقت بیرونی قرضوں میں نہیں بلکہ اپنے وسائل کے صحیح رخ پر استعمال اور ایمان کی قوت میں ہے۔آج پاکستان جس معاشی دلدل میں پھنسا ہوا ہے، اس کا حل (IMF) کی سخت شرائط یا سودی قرضوں کی مزید اقساط میں نہیں، بلکہ زکوٰۃ کے مربوط نظام کے احیاء اور جہاد فی سبیل اللہ کی اس روح کو بیدار کرنے میں ہے جو قوموں کو غلامی کی زنجیریں توڑنے کا حوصلہ دیتی ہے۔جب تک ہم زکوٰۃ کو محض ایک انفرادی فریضہ سمجھنے کے بجائے اسے ریاستی سطح پر معاشی انقلاب کا ذریعہ نہیں بنائیں گے اور جب تک ہم اپنی دفاعی و معاشی پالیسیوں کو غیروں کے زیرِ اثر رکھیں گے، تب تک سودی لعنت کا سایہ ہم پر برقرار رہے گا۔وقت آگیا ہے کہ ہم اس ''اعلانِ جنگ'' کی سنگینی کو محسوس کریں اور معیشت دانوں کے بنے ہوئے سودی جال کو کاٹ کر اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا نظام نافذ کریں۔ ہماری خود کفالت اور حقیقی آزادی کا راستہ اسی متبادل نظام میں پوشیدہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں سود جیسی لعنت سے بچنے اور غیرتِ ایمانی کے ساتھ معاشی سفر طے کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

مولانا محمد نعمان خلیل

۳

عالم ربانی رئیس المحدثین حضرت شیخ محمد عوامہ دام ظلہم

اللہ تعالیٰ علم کی نعمت کی قدر نصیب فرمادیں۔زندگی کے آخری لمحہ تک طلب علم میں مشغول رکھیں۔

حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

وأنا لا أعلم أرفع ولا أعلى بعد النبوة من طلب العلم

نبوت کے درجہ کے بعد طلبِ علم سے بڑھ کر بلند تر اور افضل ترین چیز میرے علم میں نہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سجدوں کی دعا:

اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدَ سَوَادِي، وَبِكَ آمَنَ فُؤَادِي، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي عِلْماً يَنْفَعُنِي وَعَمَلًا يَرْفَعُنِي

مصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث: 4373

یہ علم نافع اور عمل صالح کے حصول کی بہت نافع، مجرب اور جامع دعا ہے، حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ اپنے طلبہ اور مستجیزین کو اس کی خصوصی تلقین فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ کی تدریسی زندگی:

جامع دمشق کی تعلیم کے دوران ہی حضرت شیخ عبد اللہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے نئے مدرسہ المدرسۃ الشعبانیۃ میں بطور استاذ اور مدرس مقرر فرمادیا تھا۔جامع دمشق کی تعلیم باقاعدگی سے نہیں ہوتی تھی، بلکہ چند دنوں کے لیے ایک خاص موضوع کے لیے جانا ہوتا اور پھر واپسی ہو جاتی۔اس لیے اس تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ کو پڑھانے کا موقع بھی مل گیا۔اس وقت آپ کی عمر بائیس سال تھی۔آپ حفظہ اللہ نے یہاں

پر مختلف درجات میں متنوع علوم وفنون میں تدریس فرمائی، ابتدائی درجات سے لے کر تخصصات تک آپ کے دروس تھے۔اس تدریس کے دوران آپ حفظہ اللہ کو علوم القرآن، تفسیر، آیات الاحکام، حدیث شریف، مصطلح الحدیث، احادیث الاحکام، فقہ اور نحو جیسے موضوعات پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔جس سے آپ کے علمی رسوخ، وسعت اور تعمق کو خوب ترقی اور جلاء ملی۔

آپ حفظہ اللہ نے نہ صرف اس مدرسہ کی علمی خدمت کی بلکہ اس کے انتظامات کے لیے بھی خود کو وقف کیا۔صبح کے اوقات میں اسباق پڑھانے کے بعد، عصر کے وقت طلبہ کے مذاکرہ اور مطالعہ کی نگرانی کرتے اور عشاء کے بعد رہائشی طلبہ کی دیکھ بھال اور ان کی ضروریات ومسائل کو حل فرمایا کرتے۔حضرت شیخ عبد اللہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کی ان علمی اور انتظامی کاوشوں سے بہت خوش ہوتے، ایک مرتبہ مدرسہ کے اساتذہ کی مجلس میں فرمایا:

لو كان عند شخص أخر مثل الشيخ محمد لكفيت جميع الأساتذة

اگر مجھے (اپنے مدرسہ کے لیے) شیخ محمد کی طرح ایک اور استاذ مل جائیں تو وہ تمام اساتذہ کی جگہ کافی ہو جائیں۔

آپ حفظہ اللہ نے پندرہ سے اٹھارہ سال تک اس مدرسہ کی خوب خدمت فرمائی، اور اس دوران تدریس کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ عبد اللہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مکتبہ کے امین اور کچھ عرصہ بعد اس مدرسہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔

جامع الروضۃ میں تدریس:

حلب کی مشہور اور کبار اہل علم کی آماجگاہ جامع الروضہ میں بھی آپ کے دروس مقرر کیے گئے، جس کی وجہ سے جہاں آپ کا علمی مقام بہت بلند ہوا، وہیں آپ کی علمی حلقوں میں شہرت بڑھنے لگی، اور آپ کے طلبہ اور مستفیدین میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

بیان وخطابت میں صحیح احادیث مبارکہ کا خاص اہتمام:

حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ کا اٹھارہ سال کی عمر ہی میں حلب کی مساجد میں بیانات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، جس میں اصلاحی اور فکری موضوعات پر گفتگو کرتے، اس دوران آپ نے اپنے اوپر ایک بات لازم کر لی تھی

کہ وہ اپنے بیانات میں صرف صحیح اور حسن درجہ کی احادیث مبارکہ بیان کرنے کا التزام کریں گے، اور ضعیف اور محدثین کے ہاں مردود روایات سے بالکل تعرض نہیں کریں گے۔ اس بات کے التزام نے آپ کی شخصیت کو علمی دنیا میں اعتماد کا بہت بلند مقام دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس التزام کی توفیق نصیب فرمائیں۔

مدینہ منورہ اور حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ کو جن اعزازات اور خصوصی انعامات سے نوازا ہے، ان میں ایک بڑا اعزاز مدینہ منورہ کا قیام ہے۔ سن ۱۴۰۰ھ کے درمیان آپ مدینہ منورہ منتقل ہوئے اور لگ بھگ اڑتیس سال مستقل مدینہ منورہ میں قیام پزیر رہے ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیوی مشاغل سے یکسوئی، تعلقات سے دوری، مخطوطات ونوادر کی فراوانی اور علمی کاموں کے مواقع نصیب فرمائے۔ جہاں روز وشب آپ کا مشغلہ صرف علمی مطالعہ، تصنیف وتالیف، تحقیق وتعلیق رہا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ حفظہ اللہ نے دسیوں جلدوں پر مشتمل کتب کی تحقیقات وتعلیقات کا کام کیا ہے، اور کئی کتب خود مرتب فرمائی ہیں۔

۱۴۳۸ھ میں ترکیا کے صدر جناب رجب طیب اردگان کی دعوت پر بعض علمی منصوبوں کی نگرانی کے لیے استنبول منتقل ہو گئے تاہم اس کے بعد بھی مدینہ منورہ سے آپ کا تعلق ختم نہیں ہوا، اور مستقل دونوں شہروں میں سفر کرتے رہتے ہیں، البتہ اب علمی مشاغل کی کثرت اور دیگر وجوہات کی بناء پر زیادہ تر استنبول میں رہتے ہیں۔

حضرت شیخ عبداللہ سراج الدین اور شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہما کی کتب پر کام:

حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ صرف ایک باادب اور باکمال شاگرد نہ تھے، بلکہ اپنے اساتذہ کے علمی کاموں کے بہترین معاون بھی تھے۔ اور یقیناً آپ حفظہ اللہ کی کتب میں جو علمی وتحقیقی اور استنباطی منہج کا نکھار ہے، وہ اپنے مشایخ کے ساتھ علمی وتحقیقی کاموں میں معاونت، ملازمت اور ان کی تربیت کا آئینہ دار ہے۔

حضرت شیخ عبداللہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد دسیوں علمی اور اصلاحی کتب ہیں، ایک دو کے علاوہ بقیہ تمام کتب کی خدمت حضرت حفظہ اللہ نے فرمائی ہے۔ اسی طرح حضرت شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز اور شہرہ آفاق کتب کی خدمت اور معاونت کی سعادت ملی، جن میں چند قابل ذکر ہیں:

1. الرفع والتکمیل للکنوی

2. الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة للكنوی
3. رسالة المسترشدين للإمام المحاسبی
4. فتح باب العناية لملا علی القاری
5. التصريح فيما تواتر فی نزول المسيح للإمام الكشميری
6. الإحكام فی تمييز الفتاوی عن الأحكام
7. إقامة الحجة للكنوی

یہ وہ کتب ہیں، جو حلب میں قیام کے دوران شائع ہوئیں، ان میں إقامة الحجة پر کام آپ حفظہ اللہ نے سب سے زیادہ کیا ہے، کیوں کہ اس کتاب پر کچھ کام ہوا تھا کہ حضرت شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ جیل میں پابند سلاسل ہو گئے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد اور رفیق کو پیغام بھجوایا کہ اس کتاب پر کام مکمل کر کے شائع کر دیں، چنانچہ آپ حفظہ اللہ نے اپنے مربی اور استاذ کی حکم کی تعمیل فرمائی۔ اسی طرح المكتبة الوقفية جو لاکھوں عربی کتب کی ویب سائٹ ہے، اس کی فہرست مرتب کرنے کے لیے وزارۃ الاوقاف نے حضرت شیخ عبدالفتاح ابوغدہ سے درخواست کی ہے۔ اس کام کے دوران بھی حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ ان کے ساتھ رہے۔

حضرت شیخ حفظہ اللہ نے اخلاص، شوق اور لگن کے ساتھ اپنے ان دو اساتذہ کی خدمت فرمائی ہے، یہاں تک کہ آپ حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

إذا كان لی عمل أدخره عند الله، فهو إخلاصی لهذين الشيخين رحمهما الله تعالیٰ

اگر میں اپنا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے پاس ذخیرہ سمجھتا ہوں تو وہ ان دو شیوخ کے ساتھ میرا اخلوص سے بھرپور تعلق ہے۔

جاری ہے

مولانا عبدالحفیظ امیرپوری

قربانی

قربانی مانگتی ہے

''قربانی'' ایک ایسا عظیم عمل ہے جس کا تصور ہی انسان کے دل میں ہیبت اور سنجیدگی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ محض ایک رسم یا تہوار نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی سب سے محبوب چیز پیش کر دینے کا نام ہے۔'' قربانی'' ہمیشہ ایثار، صبر، وفاداری اور اطاعت کا تقاضا کرتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی خواہشات، آرام، مال بلکہ اپنی جان تک قربان کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں عزت و رفعت عطاء فرماتے ہیں۔

اسلام کی بنیاد جن عظیم قربانیوں پر کھڑی ہے، ان میں انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور شہداء اسلام کی قربانیاں سرِفہرست ہیں۔ انہی پاکیزہ قربانیوں کے خون سے اسلام کے تناور اور سایہ دار درخت کی آبیاری ہوئی۔ آج اگر اسلام کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچا ہے تو اس کے پیچھے ان لوگوں کی جدوجہد اور ایثار پوشیدہ ہے جنھوں نے اپنی جانوں کو اللہ کے راستے میں نچھاور کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی قربانی، وفاداری اور کامل اطاعت کا حسین نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مختلف آزمائشوں میں ڈالا اور انہوں نے ہر امتحان میں سرخرو ہو کر دکھایا۔ کبھی انہیں حکم ملا کہ اپنی زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہؑ اور شیر خوار بیٹے حضرت اسماعیل کو بے آب و گیاہ صحرا میں چھوڑ آئیں، تو انہوں نے بغیر کسی تردد کے حکمِ خداوندی کی تعمیل کی۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب خواب میں اپنے لختِ جگر کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنے کا حکم ملا۔ ایک باپ کے لیے اس سے زیادہ کڑا امتحان اور کیا ہو سکتا ہے؟ لیکن حضرت ابراہیمؑ نے محبتِ الٰہی کو ہر تعلق پر مقدم رکھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی اطاعت و فرمانبرداری کا پیکر تھے۔ جب والد نے اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا تو فوراً عرض کیا:

''ابا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے اسے پورا کیجیے، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔''

یہ وہ مقام تھا جہاں باپ اور بیٹا دونوں اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے جھک گئے۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلانے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بے مثال قربانی کو قبول فرما لیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنت سے ایک دنبہ بھیج دیا۔ اسی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے امتِ مسلمہ کو ''قربانی'' کا حکم دیا گیا۔

افسوس کہ آج بہت سے لوگ ''قربانی'' کی اصل روح کو فراموش کر چکے ہیں۔ ہم نے قربانی کو صرف جانور ذبح کرنے تک محدود کر دیا ہے، حالانکہ قربانی کا اصل مقصد اپنے نفس، خواہشات اور گناہوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قربان کرنا ہے۔ اگر قربانی صرف جانور ذبح کرنے کا نام ہوتی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ عظیم مرتبہ کبھی حاصل نہ ہوتا جو آج انہیں ''خلیل اللہ'' کے لقب کی صورت میں ملا۔

اصل ''قربانی'' یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع کر دے۔ اس کی کمائی حلال ہو، اس کی زبان سچی ہو، اس کے معاملات پاکیزہ ہوں اور اس کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہو۔ ''قربانی'' ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے تو پھر اپنی خواہش، اپنی پسند اور اپنا مفاد سب کچھ قربان کر دینا چاہیے۔

اگر کوئی شخص ایک جانور خرید لیتا ہے تو پھر وہ جانور اس کے حکم کا پابند ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ جان اور یہ مال بھی حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کی امانت ہیں۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔

واہ! میرے اللہ! اس حقیر اور چند روزہ زندگی کے بدلے جنت......؟؟ حالانکہ یہ جان بھی اسی کی، یہ مال بھی اسی کا، جنت بھی اسی کی یعنی اسی کی دی ہوئی جان و مال کو اسی کے حکم کے مطابق قربان کر کے اسی کی جنت کو حاصل کرنا...... یہ تو بڑا ہی نفع بخش سودا ہے۔ لیکن اکثر لوگ شعور نہیں رکھتے، یہ جان و مال اسی کا ہے، اسی کو دے کے جنت لو یہ کیا خوب سودا ہے۔ لیکن آج ہم صرف ایک بکرے کی قربانی دے کر یوں سمجھنے لگتے ہیں کہ گویا اب بخشے بخشائے ہیں۔ دین کے دیگر سب امور ہمارے لیے معاف ہیں۔ یہ محض خام خیالی اور دین سے غفلت اور بیزاری کی علامت ہے۔ اس غفلت کی وجہ سے مسلمان ہر جگہ زوال کا شکار ہیں۔ اس لیے کہ اس نے ظاہری رسم و رواج کو تو بڑے جوش و خروش سے منایا لیکن حقیقی اسلام کو نہیں سمجھا۔

یہی وجہ ہے کہ کفار و مشرکین خونِ مسلم کو جہاں چاہیں جس طرح چاہیں بہا دیتے ہیں۔ ہر طرف بکھرا خونِ مسلم پکار، پکار کر کہہ رہا ہے کہ غفلت میں سوئے ہوئے مسلمانو! اب جاگ جاؤ، ورنہ تمہارا حشر ہم سے بھی بُرا ہوگا۔ یقیناً آج ان کی باری ہے تو کل ضرور ہماری باری ہوگی۔گویا ہم نے اللہ کے لیے اپنی جان کی قربانی دینا چھوڑی تو کفار و مشرکین نے ہماری قربانی شروع کر دی۔

جانور کی قربانی کرنے والے میرے خوش نصیب مسلمان بھائیو! جس طرح آپ نے بکرا خریدا اور اس کے مالک بن گئے، اب بکرے پر آپ کی مرضی چلنی ہے کسی اور کی نہیں، اسی طرح میری اور آپ کی جانوں کو بھی پروردگار عالم نے جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔اب ان جانوں پر بھی میری اور آپ کی نہیں بلکہ اللہ کی مرضی چلنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ کی مرضی کی جگہ میں اس جان کو خرچ ہونا چاہیے۔سو بھائیو! جانور کی قربانی کے ساتھ ساتھ اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جان و مال کو بھی قربان کرنا ہرگز نہ بھولیے گا۔''قربانی'' کے اس عظیم موقع پر صاحبِ استطاعت شخص کم از کم ایک وقف قربانی مظلوم مسلمانوں، اسیرانِ اسلام، شہداء اسلام اور مہاجرین فی سبیل اللہ کے نام کر دیں اور چرمہائے قربانی بھی ان اصحاب خیر تک پہنچا کر خیر کے عظیم کام میں اپنا حصہ بھی شامل کر لیجیے۔یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو بہت پسند کرتے ہیں۔

''قربانی''، ہمیں بزدلی نہیں بلکہ جرأت، ہمت اور استقامت کا درس دیتی ہے۔ یہ ہمیں سکھاتی ہے کہ مسلمان صرف اپنی ذات کے لیے نہیں جیتا بلکہ وہ دین اسلام کی سربلندی کے لیے جیتا اور اگر ضرورت پڑے تو اسی مقصد کے لیے جان بھی قربان کر دیتا ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ قربانی کے اس مبارک موقع پر صرف جانور ذبح کرنے پر اکتفا نہ کریں بلکہ اپنی زندگیوں کا جائزہ بھی لیں۔اپنی خواہشات، گناہوں، حسد، نفرت، جھوٹ اور دنیا پرستی کو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم پر قربان کریں۔اپنی اولاد کی تربیت اسلامی انداز میں کریں، اپنے مال کا کچھ حصہ غریبوں، یتیموں، شہداء کے خاندانوں اور مظلوم مسلمانوں پر خرچ کریں۔یہی ''قربانی'' کی حقیقی روح ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قربانی کی حقیقی روح کو سمجھنے، اپنی زندگیوں کو دین اسلام کے مطابق ڈھالنے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنا خوف، اپنی محبت اور اپنے دین کی عظمت پیدا فرما۔ہمیں اپنی جان، مال، وقت اور صلاحیتیں تیری رضا کے لیے قربان کرنے والا سچا مسلمان بنا دے۔آمین

رفقائے دارالبیان

آخری حصہ

سود کے بغیر کامیاب معیشت

سودی نظام کاایک متبادل راستہ:

سودی نظام کامتبادل راستہ اسلامی معاشی نظام ہے، جس کاایک پہلوزکوٰۃ ہے ۔مثال کے طور پر اگرایک شخص کے پاس دس کروڑ روپے ہوں تواس کی سالانہ زکوٰۃ پچیس لاکھ بنتی ہے وطن عزیز پاکستان کے تقریباً سبھی شہروں میں ایک کروڑ، دوکروڑ پانچ دس کروڑ ملکیت کے کئی آدمی پائے جاتے ہیں اگرتمام صاحب نصاب حضرات زکوٰۃ اداء کریں توچند سالوں میں بہت محتاجوں اورمسکینوں کے معاشی مسائل حل ہوسکتے ہیں ۔ایک محتاط اندازے کے مطابق پاکستان کی سالانہ زکوٰۃ 20 ارب روپے بنتی ہے صرف ایک سال کی زکوٰۃ سے اگراوسط درجے کے مکان تعمیر کیے جائیں تو دولاکھ مکان بن سکتے ہیں جس سے زبردست ہاؤس بلڈنگ سکیم ترتیب دی جاسکتی ہے اور یہ صرف زکوٰۃ کی بات ہے ۔نفلی صدقات کی ترغیب وتحریض اس کے علاوہ ہے اگرزکوٰۃ کے ساتھ ان کو بھی کاؤنٹ کیاجائے توسالانہ آمدن جوزکوٰۃ وصدقات سے حاصل ہوگی وہ کھربوں روپے تک پہنچ سکتی ہے اوراتنی بڑی رقم سے ملک میں عظیم معاشی انقلاب بپاکیاجاسکتا ہے اوریہ اربوں روپیہ سیٹھوں، سرداروں اورتاجروں کی جیب سے نکل کرجب گردش میں آئے گا تو کتنے کاریگر، مستری، مزدوراور دوکانداروں کی شکل میں براہ راست عام آدمی کی خوشحالی کا سبب ہوگا۔ پھر وہ وقت آئے گا کہ سودی قرضے دینا تو دور کی بات آپ زکوٰۃ دیں گے اور کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔

ایک اورمتبادل راستہ:

اسلامی معاشی نظام کاایک پہلو جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے، یہ سودی نظام معیشت کا بہت ہی شاندار متبادل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَجُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي

میرارزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیاہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کے صلے کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے غلبہ، سطوت اور روئے زمین کی وراثت کا وعدہ ہے ۔(وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ) کا عہد ہے (وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا) کا شاندار عندیہ ہے۔

افریقہ کے صحراؤں سے لیکر مصر کے دریاؤں تک، چین کے بادشاہوں سے لیکر یورپ کے کلیساؤں تک، ہند کے بت پرستوں سے لے کر ایران کے آتش پرستوں تک سب کے سب جزیہ وخراج لیکر دستہ بستہ تمہارے سامنے کھڑے ہونگے یا پھر اسلام قبول کرلیں گے ۔ پھر بادل جہاں بھی برسے گا نفع تم کو ہی ہوگا۔کھیت تمہارے ہی لہلہائیں گے، تمہارے بچوں کے بھی وظیفے مقرر ہوں گے، تم آگے آگے اور دنیا کا مال تمہارے پیچھے پیچھے ہوگا۔

لیکن المیہ یہ ہے کہ آج ہم نے زکوٰۃ اور جہاد دونوں کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے عذاب کے طور پر سود جیسی لعنت میں پھنسا دیا جو گلے کی ایسی ہڈی بنی کہ اگلنے سے اگلتی نہیں اور نگلنے سے نگلتی نہیں ۔

کبھی ہم نے سوچا کہ آخر کیا وجہ ہے اگر انگریز اسی ہندوستان میں صرف مقامی سرمائے سے نہروں ،ریلوے لائنوں ،مضبوط پلوں ،سکولوں ،کالجوں اور یونیورسٹیوں کے جال بچھانے کے ساتھ ساتھ اس سے کہیں زیادہ سرمایہ برطانیہ منتقل کرسکتا ہے تو ہم اسی ہند (موجودہ پاکستان) کے مقامی سرمائے سے خودکفیل کیوں نہیں ہوسکتے ؟ دراصل بات یہ ہے کہ اس وقت انگریز کے پاس ڈنڈا تھا پورے ہند کے وسائل کو بروئے کار لانے میں اس کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں تھی اس لیے وہ پورے ہند کے سفید وسیاہ کا اکیلا مالک تھا اس کے برعکس آج ہمارے پاکستان میں قدرتی وسائل کی کمی نہیں ہے، کبھی چنیوٹ اور بلوچستان کے پہاڑوں سے سونے کی خبریں آتی ہیں تو کبھی تھر، چولستان اور ڈی جی خان میں زیر زمین پٹرولیم ذخائر کا انکشاف ہوتا ہے۔لیکن کمی صرف یہ ہے کہ ہمارے پاس جہادی ڈنڈا نہیں ہے، عالم کفر ہمیں ہمارے خزانوں سے مستفید نہیں ہونے دیتا اس لیے کہ پھر آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے قرضے کون لے گا۔لہٰذا یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ہمارے آج کے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف جہاد فی سبیل اللہ میں ہے۔

مذکورہ بالا مثالیں اور حقائق اس حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں کہ سود سے پاک معیشت

بقیہ صفحہ ۲۳ پر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ادعیہ نبویہ (صلوٰۃ اللہ علیٰ صاحبہا)

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی

ترجمہ یا اللہ! بے شک آپ معاف فرمانے والے ہیں اور معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں۔ لہٰذا مجھے معاف فرما دیجئے۔

ترمذی رقم 3513

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی وَتُبْ عَلَیَّ، إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ

ترجمہ یا اللہ! مجھے بخش دیجئے اور میری توبہ قبول فرمالیجئے، بے شک آپ سب سے زیادہ توبہ قبول فرمانے والے اور بخشنے والے ہیں۔

احمد، رقم 371

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ

ترجمہ اے زندہ رہنے والے! اے قائم رکھنے والے!

نسائی عمل الیوم واللیلۃ، رقم: 612 بسند صحیح

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ! بِرَحْمَتِکَ أَسْتَغِیْثُ

ترجمہ اے زندہ رہنے والے! اے قائم رکھنے والے! میں آپ کی رحمت کے ذریعے سے فریاد کرتا ہوں۔

ترمذی، رقم 3524

سریہ ابی سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ محرم 4 ہجری: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قیادت میں 150 صحابہ کرام کو بنو اسد کی طرف روانہ فرمایا۔فَید مقام سے گذرتے ہوئے جبل قطن کے دامن میں یہ لشکر بنو اسد کی پناہ گاہ پر پہنچا۔بنو اسد اپنے جانور چھوڑ کر بھاگ گئے۔کچھ لوگوں نے تھوڑی مزاحمت کی مگر وہ بھی راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوئے۔حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کے جانور مال غنیمت کے طور پر لے کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔

جبل قطن جس کے دامن میں یہ معرکہ ہوا